رُویتِ ہلال

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ رحمۃ اللہ

Visit Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

تمہید

نمازِ عید مسلمانوں کی ایک اہم عبادت ہے یہاں تک کہ اُس دن مسلمانوں کو حکم ہے کہ نہایت آراستہ ہو کر بارگاہِ حق کے حُضور میں حاضری دے اور اُس روز نہ صرف دُنیَوی اُمور ترک کرے بلکہ باقی اعلیٰ سے اعلیٰ عبادات بھی چھوڑ دے یعنی اُس دن روزہ رکھنا ناجائز اور جب تک عید کی نماز ادا نہ کرلے نَوافل دوگانہ چھوڑے رکھے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ جتنا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ذی شان عبادت ہے اُتنا ہی اَہلِ اسلام نے اُسے بے قدر بنادیا۔ محض اپنے رُسوم اور دُنیَوی رواج کے ماتحت جب مرضی آئی عید منا ڈالی خواہ وہ شرعی اَحکام کے مخالف کیوں نہ ہو۔ سب سے بڑا دکھ اُن عُلماءِ کرام سے ہے جنھوں نے اُس کی اہمیّت کو نظر انداز کردیا اور اور محض عوام کے دباؤ اور رسم ورواج سے مرعوب (خوف زدہ) ہو کر شرعی ضوابط و قواعد سے چشم پوشی فرمائی۔

عیدالفطر ہو یا عیدِ قربان، اُن کا دار و مدار رُؤیَتِ ہلال (چاند دیکھنے) پر ہے اور رُؤیَتِ ہلال کے لئے فُقہاءِ کرام نے چند شرائط اور اُس کے قواعد و ضوابط بیان فرمائے ہیں جو تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب میں وضاحت سے موجود ہیں اور یہ مسئلہ اتنا دَقیق (پیچیدہ) بھی نہیں کہ جس کے متعلق عوام کو پریشانی میں مبتلا کرنا پڑے اور نہ ہی اختلافی مسئلہ ہے کہ اُسے سُنّیت (بریلویت) دیوبندیّت، وہابیّت، مودودیّت، رِفض و خُروج، جیسے جھگڑوں میں شامل کیا جائے بلکہ اُن قواعد و ضوابط پر تمام عُلماءِ اَہلسنّت بریلوی، دیوبندی، وہابی، مودودی، شیعہ نے اِتفاق کیا ہے[1] اور نہ ہی سیاست سے متعلق ہے کہ جسے سیاست کا اَکھاڑا سمجھ کر بے پرواہی برتی جائے۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اِس مسئلے پر ۱۳۸۶ھ میں ایک مبسوط (ضخیم) کتاب لکھی تھی اب وہ تقریباً نایاب (نادر) ہے اب اُس کا خلاصہ کرکے "اصدق المقال فی رویۃ الھلال" کے نام سے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

گرقبول اُفتدزہے عِزوشَرف

تنبیہ: فقیر نے یہ رسالہ صرف دینی خیر خواہی کے جذبات کے تحت لکھا ہے فقیر کو نہ تو کسی سے مخالفت ہے اور نہ ریڈیو کی خبر کو مُعتبر ماننے والوں سے عناد (دشمنی) اور نہ ہی مجھے کسی عالمِ دین سے تعصّب۔ اگر خدانخواستہ کسی صاحب کو میری اِس مختصر تحریر سے اِختلاف ہے تو بجائے اپنے حلقۂ اثر میں شور کرکے تردیدی کلمات شائع کرنے کے فقیر سے ہی بذریعہ مراسلہ یا بالمشافہہ تبادلۂ خیالات فرمائیں تاکہ اُن صاحب کی اُس اُلجھن سے عوام بے چاروں کو پریشانی کا شکار نہ ہونا پڑے۔ اگر اُن کو سرے سے فقیر سے مخالفت کا شوق ہے یا جماعت کو خوش کرنا اور عوام کو پریشان کرنا اور دینی ماحول کو تنگ رکھنا مقصود ہے تو کھل کر کھیلیں دنیا چند روزہ ہے۔

---

[1] ان سب کی تحریریں وتصدیقیں فقیر اویسی غفرلہٗ کی کتاب "تنقیح المقال" میں موجود ہیں۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ لِمَنِ اتَّقٰی

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

نوٹ: یہی تنبیہ فقیر نے اپنی کتاب میں لکھی لیکن بِفضلہٖ تعالیٰ ۱۳۸۶ھ تا حال ۱۳۹۲ھ کسی صاحب نے نہ تو اُس کا رد لکھا اور نہ ہی بالمشافہہ گفتگو کی اور اب بطورِ چیلنج عرض ہے کہ کوئی مردِ میدان اِس کے متعلق اپنی رائے زنی فرمائے تو فقیر اُویسی غفرلہٗ کا قلم اُس کی خدمت کے لئے وَقف ہے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

مقدمہ

آئے دن شرعی اُمور پر قیاس آرائیاں ہورہی ہیں، جس کا نتیجہ یہ کہ عوام کی نظروں سے شریعت کا وقار گھٹتا چلا جارہا ہے، آج وہ کون سا خوش قسمت مسئلہ ہے جس پر خود عوام مُجتہِدانہ گفتگو نہ کرتے ہوں، یہ سب کچھ موجودہ عُلماءِ کرام ومشائخ عظام کی چشم پوشی (نظرانداز کرنے) کا نتیجہ ہے، ورنہ امام احمد بن حنبل رحمۃاللہ علیہ ودیگر اَسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا تاریخی دور نہیں کہ مسئلہ خلقِ قرآن پر اپنی زندگی قربان کردی[2]۔ اپنی جان تودے دی لیکن مسئلہ کی جان تاقیامت محفوظ کرالی اور آج ہم ہیں کہ شریعت کی کھلے بندوں (کھلم کھلا) توہین ہورہی ہے مگر ہم ٹَس سے مَس نہیں ہوتے۔ مَعْرَکۃُ الْآرا (معمولی) مسائل پیچیدگی کی وجہ سے حل نہ ہوں، تو علیٰحدہ بات ہے لیکن ہمارے عُلماءِ کرام ومشائخ عظام اُن مسائل کی وضاحت سے بھی سرِ بگریبان (مشتغل) ہیں جن کو ہمارے اَسلاف مُجمع عَلَیہ (متفق علیہ) کا رتبہ دے گئے۔ مثلاً مسئلہ رُوْیَتِ ہلال یہ کون سا اتنا مشکل مسئلہ ہے کہ جس سے ہم ہر سال دوچار ہوتے ہیں؟ حالانکہ ریڈیو کی ایجاد سے قبل ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی عرصہ تک نہایت سکون سے عید وروزہ ادا ہوتی رہیں، لیکن جب سے ہم نے اِس مسئلہ کی باگ ڈور (نگرانی) ریڈیو کے ہاتھ میں دی ہے، ہر سال کوئی نہ کوئی اختلاف خواہ مخواہ پیدا ہو ہی جاتا ہے، مجھے عُلماءِ کرام ومشائخ عظام سے تعجب ہے کہ وہ اپنی علمی طاقت کے مالک ہونے کے باوجود اپنی بے بسی کا ثبوت دے رہے ہیں اپنی بے بِضاعتی (بے بسی) کا مجھے خود احساس ہے لیکن صرف ملک وملت کی خاطر حضراتِ عُلماءِ کرام ومشائخ عظام سے نہایت عاجزانہ گذارش کروں گا کہ میری اِس مختصر تحریر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر اِس میں ملک وملت کی بہبودی (خوشحالی) ہے تو میرا ہاتھ بٹایئے ورنہ جہاں اور اُمور طے کرنے پر کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں، اگر اِس مسئلہ پر بھی معمولی توجہ مبذول فرمائی جائے تو ملک ملت کا بھلا ہوگا۔

قطعِ نظر اَسلاف کی تَصریحات (توضیحات) کے قرآن پاک نے بھی اِس مسئلہ کی کھلے الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے:

[2] امام احمد بن حنبل کی اس استقامت نے اس بات کو واضح کیا کہ اہل سنت کا عقیدہ قرآن کا ازلی اور غیر مخلوق ہونا ہے، اور یہ نظریہ آج تک اہل سنت کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔)

قال عز اسمه فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔

آیت میں روزہ رکھنے، اِسی طرح عید منانے کو چاند کے موجود ہونے پر موقوف رکھا ہے یہ حکم عام روزِ قیامت تک کے آنے والوں کے لئے یکساں (برابر) ہے لیکن اُسے عام ماننے سے اِشکال (اعتراض) یہ ہے کہ مطالع کے اختلاف سے حکم مختلف ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عرب میں اِسی طرح دوسرے ممالک میں چاند تو ہوتا ہے لیکن ہم پر نہ روزہ فرض ہے نہ عید واجب، اِس اِشکال (اعتراض) کو حضور ﷺ نے ذیل کی ہدایات سے دور فرمایا:

چاند کے متعلق حضور سرورِ عالم ﷺ کی ھدایات

(۱) أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَنْسِكُوا لَهَا. فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا ثَلَاثِينَ، وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ، فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا [3] (رواہ احمد)

یعنی: تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر افطار کرو اور اُسی کے حساب سے قربانی کرو۔ اور اگر اَبر و غُبار (بادل اور دھول مٹی) وغیرہ کے باعث (۲۹ کو) چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس (۳۰) دن پورے کرو اور اگر (۲۹ کو) دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو اُن کی شہادت کے مطابق روزہ رکھو۔

(۲) حضرت اِبنِ عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ. قَالَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ: يَعْنِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا. [4]

(رواہ ابو داؤد)

یعنی ایک اَعرابی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: تحقیق میں نے (ابر کی حالت) میں رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور نے فرمایا: کیا تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کی گواہی دیتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں، فرمایا: کیا تو مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ کی گواہی دیتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: اے بلال (مقامی طور پر) شہر میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذَكَرَ رَمَضَانَ، فَقَالَ: (لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تروه، فإن غم عليكم فاقدروا له [5] وفى رواية الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين [6] (متفق عليه)

---

[3] (مسند الإمام أحمد بن حنبل. حَدِيثُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. ج 31 ص 190 الى 191 الحديث 18895. مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001 م)

[4] (سنن أبي داود. أول كتاب الصوم. اب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان. 142/6. الحديث 2340. دار الرسالة العالمية. الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

[5] (صحيح البخاري. كتاب الصوم. باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: (إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا. 674/2. الحديث 1807. دار ابن كثير. الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

[6] (صحيح البخاري. كتاب الصوم. باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: (إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا. 674/2. الحديث 1808. دار ابن كثير. الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

یعنی: حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ روزہ رکھو اور نہ ہی عید مناؤ جب تک چاند نہ دیکھ لو ہاں اگر گرد و غبار ہو تو چاند کی گنتی پوری کرو۔

(۴) أَنَّهُ سمع ابن عمر رضي اللّٰہُ عَنهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ. لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ. الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا" وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ "وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وهكذا "يعني تمام ثلاثين.[7] (متفق عليه)

یعنی: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہماری اُمّت اَن پڑھ ہے نہ تو ہم لکھتے ہیں اور نہ ہی گن سکتے ہیں چاند کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے کبھی تیس دن کا۔(مخلصاً)

(۵) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰہِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ". فِي حَدِيثِ خَالِدٍ "شَهْرَا عِيدٍ رمضان وذو الحجة".[8] (متفق عليه)

یعنی: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چاند کی تواریخ سے کمی بیشی یعنی ۲۹ دن ہونے سے دونوں عیدوں اور روزوں کے ثواب میں کمی نہیں آتی۔

(۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلى الله عليه وسلم: «أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ».[9] (رواه الترمذی)

یعنی: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رمضان شریف کے لئے شعبان کی گنتی کرو۔ یعنی شعبان کا چاند وقت پر دیکھ لیا کرو تاکہ رمضان کے چاند میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

(۷) عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: « خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ: تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، قَالَ: فَلَقِينَا ابنِ عبّاس فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، فَقَالَ: أَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ، قَالَ: فَقُلْنَا: لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ اللّٰہَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ».[10] (رواه مسلم)

یعنی: صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم بَطنِ نَخلہ میں سفر کر رہے تھے، اُترے تو چاند دیکھا گیا کوئی کہتا آج تیسری کا ہے کوئی کہتا آج چوتھی کا ہے۔ ہم اُس کے بعد حضرت اِبنِ عبّاس کو ملے اور کہا کہ چاند کے متعلق ایسے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں، آپ نے فرمایا ایسے ہی ہمارے ساتھ ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ کی خدمت میں چاند کو دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ آج تیسری کا ہے آج دوسری کا ہے آپ نے ہم سب سے پوچھا کہ تم نے کب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے آج دیکھا ہے آپ

---

(7)(صحيح مسلم، كتاب الصيام، بَاب وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ، 2/761، الحديث 1080، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

(8)(صحيح مسلم، كتاب الصيام، بَابُ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِهِ صلى الله عليه وسلم شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ، 2/766، الحديث 1089، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

(9)(الجامع الكبير، أَبْوَابُ الصَّوْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي إِحْصَاءِ هِلَالِ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، 2/66، الحديث 687، دار الغرب الإسلامي بيروت، الطبعة: الأولى، 1996 م)

(10)(صحيح مسلم، كتاب الصيام، بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ بِكُبْرِ الْهِلَالِ وَصِغَرِهِ، 2/765، الحديث 1088، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

نے فرمایا: بس آج ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے رؤیت (دیکھنے) پر موقوف رکھا ہے (تو بقواعد شرعیہ) جس رات تم نے دیکھا ہے اُسی رات کا ہے (اس میں اپنی رائے قیاس کو دخیل نہ بناؤ)۔

فائدہ: جو لوگ آج بھی چاند کو بڑا چھوٹا اُونچا نیچا دیکھ کر قیاس آرائیاں کرتے ہیں کیا یہ حضرات اِس حدیثِ پاک پر غور فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائینگے اور پھر ہماری طرح اِس بات پر پختہ ہو جائیں گے کہ چونکہ ہم نے کل نہیں آج دیکھا ہے فلہٰذا ہم چاند آج کا مانیں گے۔ مزید بر آں اور سب سے بڑھ کر دافع اَوہام (وہم کو دور کرنے والا) یہ ہے کہ طبرانی سے **معجم کبیر** میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضور سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا: مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الْأَهِلَّةِ[11] قُربِ قیامت کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے اور **معجم اوسط** میں حضرت انس ابنِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من اقتراب الساعة أن يرى الهلال قبلا، فيقال: لليلتين،[12] (الحديث)

یعنی: قُربِ قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے نظر پڑے گا دیکھنے والا کہہ دے گا کہ یہ دوسری کا ہے۔

ازالہ توھمات از احادیث سرورِ کائنات

(۱) «اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِاَللَّهِ لَأَهَلَّ الْهِلَالُ أَمْسِ عَشِيَّةً فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا» رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد. رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ وَجَهَالَةُ الصَّحَابِيِّ غَيْرُ قَادِحَةٍ.[13] (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۶۰)

یعنی: حضور نبی پاک ﷺ کے زمانۂ اَقدس میں رمضان کی آخری تاریخ میں عید کے چاند کے متعلق اختلاف ہوا یعنی چاند کے متعلق تحقیق نہ ہو سکی تو دو دیہاتی حاضر ہوئے اُنہوں نے چاند کے متعلق عینی شہادت پیش کی پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل روزہ نہ رکھنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ساتھ ہی فرمایا کہ عید گاہ میں نمازِ عید پڑھیں گے۔[14]

فائدہ: محبوبِ خدا شارعِ شرعِ کبریا ﷺ کے زمانۂ اَقدس میں بھی ہمارے دور کی طرح چاند کے متعلق اختلافات ہوتے تھے لیکن آپ نے اپنی اُمّت کو طریقہ بتایا کہ اپنے مقامات پر چاند دیکھنے کے لئے خوب جِدّ و جہد (کوشش) کرو اگر چاند نظر آ جائے تو فبہا (ٹھیک ہے) ورنہ دوسرے علاقوں سے خبر لینے اور بھاگا دوڑی کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ نے عمداً (ارادۃ) فرمایا ورنہ وہ خود اپنی بَصارتِ کریمہ کے مطابق عمل فرماتے تو چاند بیچارہ کیا شئے ہے جب اُن سے خدا ہی

---

[11] (المعجم الكبير، حديث عَبْدَانُ بْنُ... عَنْ عَبْدِ اللهِ. 142/6. الحديث 4864، مكتبة ابن تيمية القاهرة. تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431)

[12] (المعجم الأوسط، من اسمه: الهيثم. 148/9. الحديث 9376، دار الحرمين القاهرة. عام النشر: 1415 هـ 1995 م)

[13] (نيل الأوطار. كِتَابُ الصِّيَامِ. بَابُ مَا يَثْبُتُ بِهِ الصَّوْمُ وَالْفِطْرُ مِنَ الشُّهُودِ. 223/4، دار الحديث، مصر. الطبعة: الأولى. 1413هـ 1993م)

[14] (نيل الأوطار. كِتَابُ الصِّيَامِ. بَابُ مَا يَثْبُتُ بِهِ الصَّوْمُ وَالْفِطْرُ مِنَ الشُّهُودِ. 223/4، دار الحديث، مصر. الطبعة: الأولى. 1413هـ 1993م)

نہ چھُپا اور عالمِ علویات کی طرف نظر فرماتے تو عرشِ معلٰی قدوسی، ملکوتی کب آو جھل تھے۔ لیکن نہیں صرف اِس لئے کہ اُمّت اپنی شریعت کے قاعدہ کو بخوبی سمجھ سکے۔ اسی طرح قطعِ نظر آپ کے عُلومِ غیبیہ کے اور دور ونزدیک کو یکساں دیکھنے اور جاننے کے، اگر چاند کو دوسرے علاقوں سے معلوم کرنا ضروری ہوتا تو آپ کے ہزاروں جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانہ وار موجود ہوتے حکم ملتے ہی عالمِ دنیا کے کونے کونے میں پھیل جاتے اور چاند کو لامحالہ تلاش کرلاتے اور دیر بھی نہ لگتی اِس لئے کہ اُن کے ہاں وہ تیز رفتار گھوڑے اور اُونٹ موجود تھے کہ جن کی تیز رفتاری ہوا سے باتیں کرتی۔ ہماری کاروں، جیپوں کی تیز رفتاری اُن کے مقابلہ میں عُشرِ عشیر (دسواں حصہ) بھی نہیں، لیکن باوجود مدینہ میں حضور نبی پاک ﷺ نے اُنیتس (۲۹) رمضان المبارک کی شام کو چاند نہ ملنے پر اطمینان سے اپنے یاروں سمیت روزہ رکھنے کا تہیہ فرمایا لیکن ایک ہم ہیں کہ اِدھر چاند کی اُنّتیس (۲۹) ہوئی اُدھر ہم بے قرار ہوگئے اور فوراً ٹیلیفون اُٹھایا اِدھر ریڈیو کی طرف کان دھرے۔ کہیں سے بھی ایک مردہ خبر ملی تو ہم فوراً چونک پڑے کہ لو چاند مل گیا ہے فلہٰذا کل عید ہے نہ دیکھا کہ اِس طرح سے ہمارے خدا اور رسول (عزوجل و ﷺ) کے منشا (ارادے) کے مطابق عید ہے یا نہیں۔ ریڈیو، اور ٹیلیفون وغیرہ سے ہم عید وغیرہ منا بھی سکتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال ہمارا موجودہ طریقہ اپنے آقا سیّد الانبیاء ﷺ کے سراسر مخالف ہے۔

(۲) أَنَّ أَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا[15]

یعنی: حضرت حارث امیرِ مکّہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک نے ہم سے عہد وپیمان لیا کہ ہم روزہ وعید وغیرہ چاند دیکھے بغیر (باقی کسی دوسری باتوں سے) نہیں منائیں گے، اگر ہم خود نہ دیکھ سکیں تو جب تک دو مُعتبر عادل گواہ گواہی نہ دیں۔

فوائد: افسوس کہ آج اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے عہد وپیمان کو بھول گئے کہ چاند کے متعلق گواہی لینے کا نام تک اُڑا دیا بلکہ جہاں کہیں سنا کہ چاند ہوگیا تو فوراً عید ہوگئی نہ کسی عالمِ دین کی مانی جائے گی اور نہ ہی اُن سے قاعدہ شرعیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہمارے حُکام اور ہمارے چودھری اور زمیندار وڈیرے کچھ تو اپنے نبی پاک ﷺ کے اِس عہد وپیمان کی لاج رکھیں۔

اے حضراتِ عُلماء کرام! اگر وہ لاج نہیں پالتے تم تو حضور نبی پاک ﷺ کی گدّی مبارک کے وارث ہو تم ہی کچھ توجہ فرماؤ۔ چاند کے قانونِ شرعی پر ڈٹ جاؤ۔ جیل میں جانا یا مشاہرات (اجرت) اور وظائف کی بندش یا اِن دنیاداروں کی دھمکیوں سے کیوں گھبراتے ہو؟ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی شریعت کو زندہ رکھنے پر ہمّت کرو ورنہ قیامت میں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔

لطیفہ وحکایت﴾ ہر زمانہ میں ایسے مواقع درپیش ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں مجھ جیسوں کو تکلیف کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ ایک عالمِ دین چاند کے مسئلہ پر سختی سے پابند تھا اکثر لوگ عید کی نماز پڑھ دیتے اور وہ روزہ سے ہوتے اُن کے شہر کے بعض جاہل بڑے تنگ ہوئے۔ اُنہوں نے چند لفنگوں سے داڑھی شرعی رکھائی اور ظاہری سیرت وصورت شریعت کے مطابق بنوائی اور سکھایا کہ رمضان شریف کی ۲۹ کی مغرب کے بعد فلاں محلہ کے چاند خان کو دیکھ کر مولانا صاحب کی

[15] (سنن أبي داود، أول كتاب الصوم، باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال، 26/4، الحديث 2338، دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

خدمت میں حاضر ہو کر قسم کھا کر کہہ دو کہ ہم نے چاند کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک سال تو مولانا صاحب دھوکہ کھا بیٹھے دوسرے سال پھر وہی ٹولہ حاضر ہوا اور چاند دیکھنے کی قسم کھا گئے۔ مولانا صاحب بھانپ گئے کہ یہی ٹولہ گذشتہ سال حاضر ہوا اب بھی وہی ہیں۔ تَجَسُّس (چھان بین) کیا تو معلوم ہوا کہ اُنہیں چاندِ آسمان سے کیا غرض یہ فلاں محلہ کے چاند خان کو دیکھ کر ایسے ہی کہہ دیتے ہیں۔ یہ تو زمانۂ سابق کا معاملہ ہے اور ہمارے زمانہ میں تو بفضلِہٖ تعالیٰ ایسے چاند خان دیکھنے والے ہزاروں ملتے ہیں۔ فلہٰذا اے مسلمان بھائیو! خدارا سوچو اور ایسے ہی اپنی نماز و عید اور روزے برباد نہ کرو۔

(۲) أن أُمَّ الفضلِ ابنةَ الحارث بَعَثَتْهُ إلى معاوية بالشامِ، قال: فَقَدِمْتُ الشامَ فقضيت حاجَتَها، فاستُهِلَّ رَمَضَانُ وأنا بالشام، فرأينا الهلالَ ليلةَ الجمعة، ثم قَدِمت المدينة في آخرِ الشهرِ، فسألني إبنِ عبّاس، ثم ذكر الهلال، فقال: متى رأيتُم الهلالَ؟ قلتُ: رأيتُه ليلةَ الجمعة، قال: أنتَ رأيتَه؟ قلتُ: نعم، ورآه الناسُ، وصَامُوا وصامَ معاويةُ، قال: لكنا رأيناه ليلةَ السبت، فلا نزالُ نصومه حتى نكمِّل الثلاثينَ أو نراه، فقلتُ: أفلا تكتفي برؤيةِ معاوية وصيامِه؟ قال: لا، هكذا أمرنا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم [16] (رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجه)

یعنی: حضرت کُریب کو بی بی اُمّ الفضل نے کسی کام کے لئے ملکِ شام بھیجا وہ فرماتے ہیں: میں جب شام کے ملک میں پہنچا، کاروبار کے اَثناء (دوران) میں وہاں چاند رمضان شریف کا نظر آیا پھر فراغت میں واپس مدینہ طیبہ چلا گیا تو جب وہاں پہنچا تو عبد اللہ بن عبّاس نے مجھ سے پوچھا، تو میں نے کہا کہ ہم نے جمعہ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے خود بھی دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں بلکہ میرے ساتھ اور بھی بہت لوگ تھے اُنہوں نے بھی دیکھا بلکہ شام کے امیر سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عبّاس نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتہ کے دن دیکھا اور ہم اِسی طرح تیس (۳۰) روزے پورے کریں گے یا چاند آنکھوں سے دیکھ لیا تو عید منائیں گے میں، نے کہا کیا آپ امیر معاویہ کی رؤیت اور روزہ کو مُعتبر نہیں سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اِس لئے کہ ہم حضور نبی پاک ﷺ کے اِرشادِ گرامی کے پابند ہیں۔ آپ نے ہمیں ایسے ہی فرمایا تھا۔

فائدہ: حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ چاند کے متعلق کہیں نظر آنا عید و روزہ کو واجب نہیں کرتا بلکہ یہ ضروری ہے کہ اُس کے متعلق شرعی گواہی ہو۔ حضرت اِبنِ عبّاس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو کُریب رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی بات کو نہ مانا حالانکہ آج کل ہزاروں شہادتیں اُن پر قربان کی جائیں تو روا (درست) ہے لیکن چونکہ شرعی نصاب پورا نہ تھا اِسی لئے اُن کی بات نہ مانی گئی۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ مانا رُویتِ ہلال کمیٹی یا کسی شہر کے لوگوں نے چاند کو دیکھ لیا ہوگا لیکن چونکہ ہم تک ریڈیو کی خبر پہنچی ہے اِسی لئے ناقابل قبول ہے، بلکہ رُویَتِ ہِلال کمیٹی کا بہت بڑا عہدیدار بھی یہاں آکر بیان کرے تب بھی اِسی حدیث کے مطابق غیر قابل قبول ہے۔

چاند کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے اِن ہدایات سے شریعتِ مُطہّرہ کا یہ اصل قانون اور ضابطہ و قاعدہ مقرّر و واضح ہو گیا کہ ثبوتِ رمضان شریف وہلالِ عید کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ ۲۹ کو عام رؤیت ہو یا مَطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں کم از کم دو مسلمانوں کی شہادت ہو یا مہینہ کے تیس (۳۰) دن پورے کئے جائیں البتہ اَبر کی حالت میں صرف ثُبوتِ رمضان کے لئے کسی ایک شخص کی شہادت کافی ہے بشرطیکہ وہ مسلمان غیرِ فاسق ہو اور سامنے آکر بیان

---

[16] (سنن أبي داود، أول كتاب الصوم، باب إذا رُؤِيَ الهلال في بلد قبل الآخرين بليلة، 21/4، الحديث 2332، دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م)

کرے جیسا کہ اَعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رُویت شہادت اور تیس (۳۰) دن کی تکمیل کے علاوہ ریڈیو، تار، اخبار وغیرہ کسی ذریعہ کی خبر واطلاع واعلان چاہے کتنا ہی معتبر، قابل اطمینان ویقین اور موجِبِ غلبۂ ظن ہو ضابطۂ شریعت وشہادت کی تعریف ومعیار پر پورا نہ اُترنے کے باعث دوسرے شہر کے لئے ہرگز قابلِ قبول و قابلِ اعتبار نہیں اور اُس پر عمل کرنا محض ناجائز وگناہ، مُداخلت فی الدین اور روزہ، عید کو برباد کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللّٰه عنه اور چاند: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چاند کو لوگ دیکھ رہے تھے کسی کو چاند نظر نہ آیا اُن میں سے ایک نے چِلاّ کر کہا کہ لو دیکھو چاند ہو گیا۔ سب لوگ حیران ہوئے۔ حضرت عمر نے اُس شخص کے اَبرو پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اب چاند نظر آتا ہے اُس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تیرے اَبرو کے بال تجھے چاند بن کر نظر آرہے تھے۔

فائدہ: غور فرمایئے! یہ اُس زمانہ کی بات ہے جسے خیر القرون کہا جاتا ہے اور اب ہمارے حالات شرعی اُمور میں کتنا گرے ہوئے ہیں۔ اُس کے باوجود اِس وقت اگر غلطیاں ہو سکتی ہیں تو اب اُس سے کہیں اور زیادہ خطرہ ہے اِسی لئے شریعت پاک نے ضابطہ قائم فرمایا کہ اَبر وغُبار میں دو مُعتبر شرعی گواہ ضروری ہیں اور اگر مَطلع صاف ہو تو جماعتِ کثیرہ ضروری ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل اِن شرعی ضابطوں کو پسِ پُشت ڈال کر اپنی مَن مانی منوائی جاتی ہے۔

فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان

مشائخ وعُلماءِ کرام کے لئے لمحہ فکریہ: چاند کے متعلق ہر دور میں اختلاف رہا ہے حکومت پَرَست عُلماء ہمیشہ حکومت کی طرفداری کرتے لیکن جن کا سینہ نورِ ایمان سے منوّر ہوتا ہے تو وہ کسی کی پرواہ کئے بغیر اَحکامِ شرعیہ کی سختی سے پابندی کرتے ہیں چنانچہ صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

اکبر بادشاہ کے دور میں عید کے چاند میں اختلاف ہو رہا تھا۔ شرعی ثبوت سے پہلے ہی اکبر نے عید کا اعلان کر کے لوگوں کے روزے تڑوا دیئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ (سیّدنا) مجدّد صاحب (الف ثانی قدس سرہٗ) اُسی روز ابوالفضل (اکبر بادشاہ کے وزیر) سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ حضرت مجدّد روزے سے ہیں۔ اُس نے وجہ دریافت کی، حضرت مجدّد قُدّس سرہٗ نے فرمایا: چاند کے متعلق اب تک شرعی شہادت مہیا نہیں ہوئی ہے۔ ابوالفضل نے کہا: بادشاہ نے خود دیکھا ہے۔ سیّدنا مجدّد رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ فرمایا: "بادشاہ بے دین است اعتباري ندارد" بادشاہ بے دین ہے اُس کا اعتبار نہیں۔ ابوالفضل خَفیف سا (شرمندہ) ہو کر رہ گیا پھر بھی اُس نے پانی کا پیالہ اُٹھا کر آپ کے منہ سے لگا دیا لیکن آپ نے ہاتھ جھٹک دیا اور اُسی وقت غصہ میں قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور کہلا بھیجا کہ اَہلِ علم سے ملاقات کے لئے احترام شرط ہے۔ ابوالفضل کو نَدامت (شرمندگی) ہوئی اور عذر ومعذرت کے بعد پھر سلسلۂ ملاقات جاری ہو گیا۔[17] (عُلماء ہند کا شاندار ماضی جلد اول صفحہ ۱۸۶)

غور کیجئے! حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے جابر بادشاہ کو اُس کے وزیر کے سامنے بے دین فرمادیا اور ابوالفضل منسرنہ تھا بلکہ دور حاضرہ کے علاّماؤں سے علمی لحاظ سے درجہا افضل تھا لیکن درباری مولوی تھا اور سیّدنا مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ کسی عہدہ پر فائز نہ تھے بلکہ آزادی سے دین کی خدمت کر رہے تھے لیکن بے باک ہو کر فرمادیا جو کہنے کا حق تھا۔ افسوس کہ آج کل ہمارے مولوی چودھری، زمیندار یا کسی حاکمِ وقت کے معمولی دباؤ سے

---

(17) (شیخ سرھند، مجدد الف ثانی اور اکبر اعظم، 159/1، ادارہ اسلامیات: اشاعت سوم 2003ء)

ہزاروں بندگانِ خدا کے روزے تڑوادیتے ہیں بلکہ بعض ایسے بھی دیکھے گئے کہ حُکام یا زمینداروں کے خوف سے عید بھی پڑھادی اور روزہ بھی نہ توڑا، کیا خوب۔

شھادتِ رؤیت: پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ نمازِ عید ایک اہم عبادت ہے اور جتنا یہ اہم ہے اتنا ہی اُس کی ادائیگی کے لئے شرائط وقُیود اور قواعد وضوابط ہیں اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ اُس کا دار و مدار رُوئیتِ ہلال پر ہے اور رُوئیتِ ہِلال کے لئے ہمارے فُقہاءِ کرام اَحناف نے سات طریقے بتائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، مثلاً کہے کہ میں نے فلاں دن کی شام کو چاند دیکھا، خواہ مجلسِ قضاء میں کہے یا نہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن گواہی دینے والا مسلمان عاقل و بالغ غیر فاسق ہو، یہ اُس وقت ہے جب کہ ۲۹ شعبان کو مَطلع صاف نہ ہو، ورنہ ایک جماعتِ عظیم ضروری ہے کہ وہ چشم دید چاند دیکھنا بیان کریں جن کے بیان سے خوب غلبۂ ظن ہوجائے کہ عقل اتنے سبھوں کا غلط پر اتفاق محال مانے خواہ وہ غلام ہوں یا فاسق ہوں وغیرہ۔ پھر وہ قاضی شَرع کے پاس آکر لفظ اَشْھَدُ سے گواہی دیں، یوں کہیں کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اِس مہینہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا" جہاں قاضی شَرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کے قائم مقام ہے، ورنہ مسلمانوں کے سامنے بغیر لفظ اَشْھَدُ کے اُن کا بیان کافی ہے۔ عیدَین میں اگر مَطلع صاف ہو تو وہی جماعتِ عظیم درکار ہے۔

درمختار میں ہے:

(وقبل بلا دعوى و) بلا (لفظ أشهد) وبلا حكم ومجلس قضاء لأنه خبر لا شهادة (للصوم مع علة كغيم) وغبار (خبر عدل أو مستور على ما صححه البزازي على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقا الخ ولو قنا او انثى بين كيفية الرؤية أو لا على المذهب وتقبل شهادة واحد على آخر كعبد وأنثى ... ومكيفية الرؤية أو لا على المذهب وتقبل شهادة واحد على آخر كعبد وأنثى (ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين) مع العلة (للضرورة) ....و) قبل (بلا علة يقع جمع عظيم يقع العلم) الشرعي وهو غلبة الظن[18]

شھادت علی الشھادت: یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے اُن کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر اُن کو گواہ کیا۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہِ اصل، گواہِ فَرع سے کہے کہ گواہ ہوجاؤ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے فلاں سنہ (سال) کے فلاں مہینہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور پھر گواہانِ فَرع یوں گواہی دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہِ فلاں، سَنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا، اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اِس گواہی پر گواہ رہ۔ لیکن یہ اُس وقت ہے جس وقت اصل گواہ موقع پر حاضر ہونے سے معذور ہوں۔[19]

---

[18] (رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، ج2 ص385 الى 387، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م)

[19] (فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 413/10، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت، 1996ء)

درمختار میں ہے:

باب الشهادة على الشهادة (هي مقبولة) وإن كثرت استحسانا في كل حق على الصحيح (إلا في حد وقود) ـــــ (بشرط تعذر حضور الأصل بموت) أي موت الأصل، وما نقله القهستاني عن قضاء النهاية فيه كلام فإنه نقله عن الخانية عنها، وهو خطأ والصواب ما هنا (أو مرض أو سفر) واكتفى الثاني بغيبته بحيث يتعذر أن يبيت بأهله، واستحسنه غير واحد. وفي القهستاني والسراجية، وعليه الفتوى وأقره المصنف (أو كون المرأة مخدرة) لا تخالط الرجال وإن خرجت لحاجة وحمام قنية ـــ (عند الشهادة) عند القاضي قيد للكل لإطلاق ـــــ وبشرط (شهادة عدد) نصاب ولو رجلا وامرأتين، وما في الحاوي غلط بحر (عن كل أصل) ولو امرأة (لا تغاير فرعي هذا وذاك) ـــ (و) كيفيتها أن (يقول الأصل مخاطبا للفرع ولو ابنه بحر (اشهد على شهادتي أني أشهد بكذا) ويكفي سكوت الفرع، ولو رده ارتد قنية، ولا ينبغي أن يشهد على شهادة من ليس بعدل عنده حاوي (ويقول الفرع أشهد أن فلانا أشهدني على شهادته بكذا وقال لي اشهد على شهادتي بذلك) وقال لي اشهد على شهادتي بذلك) ـ[20]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے :

وَيَنْبَغِي أَنْ يَذْكُرَ الْفَرْعُ اسْمَ الشَّاهِدِ الْأَصْلِ وَاسْمَ أَبِيهِ وَجَدِّهِ حَتَّى لَوْ تُرِكَ ذَلِكَ فَالْقَاضِي لَا يَقْبَلُ شَهَادَتَهُمَا[21]

شہادت علی القضا: یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکمِ اسلام قاضی شہر کے حضور رُؤیتِ ہلال پر شہادتیں گزریں، اور اُس نے ثبوت ہلالِ کا حکم دیا۔ دو عادل شاہد اُس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے، اُنہوں نے حاکمِ اسلام قاضی شرع یا مفتی کے یہاں کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو چاند ہونے کی گواہیاں گزریں، اور حاکمِ موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلالِ مذکور شام فلاں روزہ کا حکم دیا۔[22]

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

لَوْ شَهِدُوا أَنَّ قَاضِيَ بَلَدِ كَذَا شَهِدَ عِنْدَهُ اثْنَانِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فِي لَيْلَةِ كَذَا، وَقَضَى بِشَهَادَتِهِمَا جَازَ لِهَذَا الْقَاضِي أَنْ يَحْكُمَ بِشَهَادَتِهِمَا لِأَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِي حُجَّةٌ وَقَدْ شَهِدُوا بِهِ[23]

---

[20] (رد المحتار، كتاب الشهادات، باب الشهادة على الشهادة، ج 5 ص 499 الى 500، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992م)

[21] (الفتاوى الهندية، كتاب الشهادات، باب الشهادة على الشهادة، 524/5، دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

[22] (فتاویٰ رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 416/10، رضا فاونڈیشن، اشاعت، 1996ء)

[23] (فتح القدير، كِتَابُ الصَّوْمِ، فَصْلٌ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ، 314/2، دار الفكر)

کتاب القاضی اِلیٰ القاضی: یعنی قاضی شَرع جسے سلطانِ اسلام نے فَیصل (منصف) مقدّمات کے لئے مقرّر فرمایا ہو، اُس کے سامنے شرعی گواہی گذری، اُس نے دوسرے شہر کے قاضی شَرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اِس مضمون پر شہادتِ شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب اِلیہ (وصول کنندہ) کا نام ونشان پورا لکھا ہو جس سے اِمتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہوں کے سپُرد (حوالے) کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے، وہ باحتیاط اُس خط کو اُس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اُس کا ہے۔ اگر یہ خط ڈاک میں ڈال دیا، یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہر گز مقبول نہیں۔ اگرچہ وہ خط قاضی کا معلوم ہوتا ہو، اور اُس پر اُس کی اور اُس کے محکمۂ قضاء کی مہر بھی لگی ہو۔[24]

در مختار میں ہے:

(القاضي يكتب إلى القاضي ۔۔ كتب بحكمه ۔۔۔ (وكتب الشهادة) (ليحكم) (القاضي) (المكتوب إليه بها على رأيه (وقرأ) الكتاب (عليهم) أو أعلمهم بما فيه وختم عندهم ۔۔۔ وسلم الكتاب إليهم بعد كتابة عنوانه في باطنه) وهو أن يكتب فيه اسمه واسم المكتوب إليه وشهرتهما ۔۔ اكتفى الثاني بأن يشهدهم أنه كتابه وعليه الفتوى الخ[25]

درر وغرر میں ہے:

لا يقبله ايضاً الا بشهادة رجلين اورجل وامرأتين لان الكتاب قد يزور اذ الخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ولا يثبت الا بحجة تامة ۔[26] (فتاویٰ رضویہ)

اِستِفاضہ: یعنی جس اسلامی شہر میں حاکمِ شَرع قاضی اسلام ہو کہ اَحکامِ ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہوں اور وہ خود عالم اور اُن اَحکام میں علم پر عامل وقائم، یا کسی عالمِ دین مُحقّق مُعتمَد پر اعتماد کا ملتزِم و ملازِم (پابند) ہے، وہاں سے متعدّد (کثیر) جماعتیں آئیں اور سب یک زبان رہتے ہوئے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن پر بربنائے رؤیت روزہ ہوا یا عید کی گئی، مُجرّد (فقط) بازاری افواہ کی خبر اڑ گئی اور قائل (کہنے والے) کا پتہ نہیں۔ پوچھئے تو یہی جواب ملتا کہ سنا ہے، یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ مُنتہائے سند دو ایک شخصوں کی حکایت کہ اُنہوں نے بیان کیا اور شُدہ شُدہ (آہستہ آہستہ) شائع ہو گئی۔ ایسی خبر ہر گز اِستِفاضہ (27) نہیں، بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدّد (کثیر) جماعتیں درکار ہیں جو بالا تفاق وہ خبر دیں، یہ خبر اگرچہ مذکورہ چار شہادتوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر اُس مُستَفِیض (28) خبر سے بالیقین یا بغلبۂ ظن مُلحق بالیقین ہو کہ رؤیت ثابت ہو جائے گی۔ یہ اُس وقت ہو گا جب کہ وہ شہر اسلامی اور اَحکام و حُکّام کی وہاں پابندی دَوامی (مستقل) ہے تو اِس طریق سے حجّتِ (دلیل) شرعیہ ثابت ہو جائے گی لیکن واضح ہو کہ جہاں نہ قاضی شہر ہو اور نہ مفتی اسلام، یا مفتی عالم مُستَنَد ہے مگر اُس کے

---

[24](فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 417/10، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت، 1996ء)

[25](رد المحتار، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي، ج 5 ص 432 الى 434، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م)

[26](فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 418/10، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت، 1996ء)

[27]فقہ میں یہ لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی خبر یا واقعہ کی اتنی زیادہ نقل اور اشاعت ہو کہ اس کی صداقت پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسی خبر کو ظاہر کرتا ہے جو مختلف ذرائع سے متعدد افراد تک پہنچی ہو اور اس کی حقیقت کو مکمل طور پر تسلیم کیا جائے۔ رویت ہلال میں استفاضہ اس وقت ہوتا ہے جب کئی افراد مختلف مقامات پر چاند دیکھنے کی خبریں دیں اور یہ خبر اتنی وسیع ہو کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے۔

[28]مستفیض وہ خبر یا روایت ہوتی ہے جو متعدّد افراد سے آئی ہو، یعنی ایسی خبر جو اتنی زیادہ پھیل چکی ہو کہ اس کی حقیقت پر کسی قسم کا شک نہ ہو۔

منتظرِ اَحکام نہیں، اپنے قیاساتِ فاسدہ پر جب چاہیں عیداور روزہ قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت، بلکہ تواتُر اصلاً قابل قبول نہیں کہ اُس سے کسی حجّتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا۔[29]

درمختار میں ہے: نعم لو استفاض الخبر في البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح[30] (مجتبیٰ وغیرہ)

ردالمحتار میں ہے:

ووجه الاستدراك أن هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر، وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها؛ لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور. اسی میں ہے: قال الرحمتي: معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه كما قد تشيع أخبار يتحدث سائر أهل البلدة ولا يعلم من أشاعها كما ورد: أن في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيتكلم بالكلمة فيتحدثون بها ويقولون لا ندري من قالها فمثل هذا لا ينبغي أن يسمع فضلا عن أن يثبت به حكم قلت: وهو كلام حسن ويشير إليه قول الذخيرة إذا استفاض وتحقق فإن التحقق لا يوجد بمجرد الشيوع۔[31]

تنبيه الغافل والوسنان علىٰ أحكام هلال رمضان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها البلدة فيها حاكم شرعی۔[32] (فتاویٰ رضویہ)

اب آپ کو یہ معلوم کرنا لازم وضروری ہے کہ اِستِفاضہ کیا ہے۔طحطاوی علی الدر المختار جلداول صفحہ ۴۴۸ میں ہے:

نعم لو استفاض ...كثر الخبر واشتهر ولم يدينو اله حدا و الظاهر أنه يعتبر فيه تحدث غالب أهل البلديه أو نصفهم قوله على الصحيح من انهٗ لاعبرة باختلاف المطالع[33] کامطلب یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی خبر بہت پھیلی اور مشہور ہوگئی اور فُقہانے یہ خبر لانے والوں کی کوئی تعداد نہ بتائی اور ظاہر یہ ہے کہ اِستِفاضہ میں اکثر اَہلِ شہر کے خبر دینے کا اعتبار کیا جائے گا یا نِصف شہر والے خبر دیں اور علی الصحیح من

(29) (فتاویٰ رضویہ، رسالہ طرق اثبات الہلال، 417/10، رضافاؤنڈیشن، اشاعت، 1996ء)

(30) (رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 390/2، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992م)

(31) (رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 390/2، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992م)

(32) (فتاویٰ رضویہ، رسالہ طرق اثبات الہلال، 421/10، رضافاؤنڈیشن، اشاعت، 1996ء)

(33) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 448/2، دار الطباعة العامرة، الطبعة: 1865م)

المذھب کامطلب یہ کہ اختلافِ مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اب آگے یاد رکھئے کہ جماعاتِ کثیرہ سے مراد اکثر اَہلِ شہر اور کم از کم نصف شہر والے مسلمان ہیں، تار، فون، ریڈیو، اخبار، ٹیلی پرنٹر سب ختم ہوگئے۔ فُقہاءِ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی صاف تَصریح (توضیح) فرمانے کے بعد بھی آج کے مُدّعیانِ مولویّت اَفواہ اور حکایت کو بھی زبردستی خبرِ مُستَفِیض بناکر حُدودِ شَرعیہ کو توڑنا چاہتے ہیں جس طرح اَبنائے وطن (اہلِ وطن) نے ایک غیر ذی روح بے جان جسم لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر نمازوں میں اِقتدا کرادی اگر کسی دلیل پر بھی نظر نہ کی جائے تو کیا نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا بدعت اور بدعت سیئہ نہ ہوگا؟ کیا جماعتِ کثیرہ میں مُکبّرِ وں (تکبیر کہنے والوں) کا مقرّر کرنا مشہور و معروف سنّت نہیں ہے اور یہ سنّت اِس لاؤڈ اسپیکر کے لگانے سے مٹے گی یا نہ، اور جس کام سے کوئی سنّت مٹے تو کیا وہ بھی بدعتِ سیئہ نہ ہوگا؟ اِسی طرح اب شہادت ورُؤیت کی حُدود وقُیود کو بالائے طاق رکھ کر آج کے نوایجاد (نئی تخلیق) بے جان آلات خبر رَساں پر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اَفواہ کے غیر مُعتبر ہونے کے متعلق "منحۃ الخالق وردالمختار" سے رحمتی کی عبارتوں میں بیان ہوا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدّدِ دین وملت سیّدی شاہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قُدّس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک اور صورت بھی متصوَّر ہے کہ دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقینِ شرعی تھا، ظاہراً اِس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکمِ شَرع کا ہونا ضرور نہیں رُؤیت فی نفسہا حجّتِ شَرعیہ ہے:[34]

لقولہ علیہ السلام صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ[35] (فتاویٰ رضویہ)

اِکمالِ عدّت: یعنی جب ایک مہینے کے تیس دن پورے ہوجائیں تو ماہِ مُتَّصل (ملحقہ مہینے) کا ہلال آپ ہی ثابت ہوجائے گا کیونکہ مہینہ کا تیس سے زائد نہ ہونا یقینی ہے۔

کما قال علیہ السلام ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ ۔[36]

توپیں سننا: علامہ شامی نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر (علاقہ شہر) و دیہات والوں کے لئے دلائل ثبوت ہلال سے گنا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسلامی شہر میں حاکمِ شَرعِ مُعتَمد کے حکم سے انیتس (۲۹) کی شام کو توپوں کی خبر بحالتِ ثبوتِ شرعی رُؤیتِ ہلال ہوا کرتے ہوں، ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں اَحکامِ شرعیہ کی قدر نہیں، اَحکامِ جہاں بے خرد (نادانوں) کے حوالہ ہیں جنہیں نہ قواعدِ شرعیہ معلوم، نہ اُن کے اِتّباع کی پرواہ، اپنی رائے ناقص (غلط اندازے) میں جو آیا اُس پر حکم لگادیا۔ توپیں چل گئیں تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں؟[37]

ردالمختار میں ہے:

---

[34] (فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 421/10، رضافاونڈیشن، اشاعت 1996ء)

[35] (مسند الإمام أحمد بن حنبل ، حَدِيثُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، ج 31 ص 190 الى 191 الحديث 18895 ، مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى، 1421 ھ 2001 م)

[36] (مسند الإمام أحمد بن حنبل ، مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، 342/15، الحديث 9556 ، مؤسسة الرسالة الطبعة: الأولى، 1421 ھ 2001 م)

[37] (فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 424/10، رضافاونڈیشن، اشاعت 1996ء)

والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد إذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك إلا لثبوت رمضان[38]

منحة الخالق میں ہے:

لَمْ يَذْكُرُوا عِنْدَنَا الْعَمَلَ بِالْأَمَارَاتِ الظَّاهِرَةِ الدَّالَّةِ عَلَى ثُبُوتِ الشَّهْرِ كَضَرْبِ الْمَدَافِعِ فِي زَمَانِنَا وَالظَّاهِرُ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِهَا عَلَى مَنْ سَمِعَهَا مِمَّنْ كَانَ غَائِبًا عَنْ الْمِصْرِ كَأَهْلِ الْقُرَى وَنَحْوِهَا كَمَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهَا عَلَى أَهْلِ الْمِصْرِ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْا الْحَاكِمَ قَبْلَ شَهَادَةِ الشُّهُودِ الخ[39]

رُؤیت کے غلط طریقے: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیّدی احمد رضا خان صاحب بریلوی قُدّس سرہٗ فرماتے ہیں: غرض ثبوتِ ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں، اُن کے سوا جس قدر طریق لوگوں نے ایجاد کئے وہ باطل و مخذول (مسترد) و نا قابل قبول۔ خیالاتِ عوام کا کیا حَصر (حد) ہو۔ مگر آج کل جہاں میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات (۷) ہیں۔

(1) **حکایتِ رؤیت**

یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا۔ وہاں کے حساب سے آج یہ تاریخ ہے، اُس کا شَرع میں کوئی اعتبار نہیں۔[40]

فتح القدير، بحر الرائق، عالمگیریہ، میں ہے کہ

"لَوْ شَهِدَ جَمَاعَةٌ أَنَّ أَهْلَ بَلَدِ كَذَا رَأَوْا هِلَالَ رَمَضَانَ قَبْلَكُمْ بِيَوْمٍ فَصَامُوا وَهَذَا الْيَوْمُ ثَلَاثُونَ بِحِسَابِهِمْ، وَلَمْ يَرَ هَؤُلَاءِ الْهِلَالَ لَا يُبَاحُ لَهُمْ فِطْرُ غَدٍ، وَلَا تُتْرَكُ التَّرَاوِيحُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، لِأَنَّ هَذِهِ الْجَمَاعَةَ لَمْ يَشْهَدُوا بِالرُّؤْيَةِ، وَلَا عَلَى شَهَادَةِ غَيْرِهِمْ، وَإِنَّمَا حَكَوْا رُؤْيَةَ غَيْرِهِمْ"[41]

(2) **افواہ** شہر میں افواہ اُڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا، جاہل اُسے تواتر و اِستِفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھئے سنی ہوئی بات کہتا ہے، صحیح پتہ کوئی نہیں دیتا، منتہائے سند (آخری سند) دو ایک ہوتے ہیں اُسے اِستِفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے۔[42]

منحة الخالق شرح بحر الرائق میں ہے:

---

[38] (رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 386/2، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992م)

[39] (البحر الرائق وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين، كتاب الصوم، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ، 291/2، دار الكتاب الإسلامي)

[40] (فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 429/10، رضافاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء)

[41] (فتح القدير، كِتَابُ الصَّوْمِ، فَصْلٌ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ، 314/2، دار الفكر)

[42] (فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 429/10، رضافاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء)

"اعْلَمْ أَنَّ الْمُرَادَ بِالِاسْتِفَاضَةِ تَوَاتُرُ الْخَبَرِ مِنْ الْوَارِدِينَ مِنْ بَلْدَةِ الثُّبُوتِ إلَى الْبَلْدَةِ الَّتِي لَمْ يَثْبُتْ بِهَا لَا مُجَرَّدُ الِاسْتِفَاضَةِ؛ لِأَنَّهَا قَدْ تَكُونُ مَبْنِيَّةً عَلَى إخْبَارِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَثَلًا فَيَشِيعُ الْخَبَرُ عَنْهُ، وَلَا شَكَّ أَنَّ هَذَا لَا يَكْفِي بِدَلِيلِ قَوْلِهِمْ: إذَا اسْتَفَاضَ الْخَبَرُ الخ"[43]

(3) **خُطوط واخبار**﴾ فلاں جگہ سے خط آیا، فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا یہ شرعاً بالکل نامُعتبر ہے۔ کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ حاکمِ شَرع کا خاص مہری دستخط جس پر خود اُس کی اور محکمۂ دار القضاء کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو اور یہاں بھی حاکمِ شَرع کے نام آئے ہر گز بغیر دو شاہدانِ عادل (بغیر عادل گواہان) کے قابلِ قبول نہیں۔ پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابلِ اِلتفات (قابلِ توجہ) ہو سکتے ہیں اور اخباری گپیں تو ہر گز نام لینے کے بھی قابل نہیں۔[44]

درمختار میں ہے: لا یعمل بالخط [45] ہدایہ میں ہے: أن الخط یشبه الخط فلا یعتبر علامة۔[46]

(4) **تار**﴾ یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار ہے کیونکہ خط میں کاتِب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے یہاں اِس قدر بھی نہیں تو اُس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل (جاہل سے جاہل)، جسے علم کے نام سے بھی مَس نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قُدِّس سرُّہٗ نے اُس کے رد میں ایک مُفصَّل (تفصیل سے) رسالہ لکھا جس پر ہندو پاک کے بکثرت عُلماء نے مہریں کیں۔ اُن کے زمانہ میں کسی صاحب نے تار کی خبر پر جواز کا فتویٰ دیا تھا۔[47]

(5) **جنتریوں کا بیان**﴾ کہ فلاں دن پہلی ہے۔ اوّل شَوافع ومُعتزِلہ وغیرھم کا خیال اِس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل مُنجِموں (علم نجوم کے ماہرین) کا قول اِس بارے میں مُعتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعتِ کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہے مگر ہمارے ائمّہ کرام اور جُمہور محققین اُسے ہر گز تسلیم نہیں کرتے۔[48] درمختار میں ہے: ولا عبرة بقول المؤقتین، ولو عدولا اور ردالمختار میں ہے: بل في المعراج لا یعتبر قولهم بالإجماع، ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه[49]

(6) **قیاسات وقرائن**﴾ مثلاً چاند بڑا تھا اور روشن تھا، دیر تک رہا ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرھویں ہے اٹھائیسویں نظر آیا تھا، مہینہ تیس کا ہو گا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی سی وُقعت نہیں رکھتے جیسے حدیث شریف میں گذرا۔[50]

---

(43) البحر الرائق وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين، كتاب الصوم، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ، 2/291، دار الكتاب الإسلامي

(44) فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 10/430، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء

(45) رد المحتار، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي، 5/435، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م

(46) الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، 1/104، دار احياء التراث العربي بيروت لبنان

(47) فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 10/431، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء

(48) فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 10/432، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء

(49) رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 2/387، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م

(50) فتاوی رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 10/432، رضا فاؤنڈیشن، اشاعت 1996ء

(7) اِستقرائی اوراختراعی قواعد﴾ مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی۔ رمضان کی پہلی ذوالحج کی دسویں ہوگی، اگلے رمضان کی پانچویں،اِس رمضان کی پہلی ہوگی چہار مہینے مُتواتِر تیس تیس کے ہوچکے ہیں۔ یہ ضرورانتیس کا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی بالکل نامُعتبر ہے۔[51]

وجیز کردری میں ہے:

شهر رمضان جاء يوم الخميس لا يضحي أيضاً في يوم الخميس ما لم يتحقق أنه يوم النحر وما نقل عن علي رضي الله عنه أن يوم أول الصوم يوم النحر ليس بتشريع كلي بل أخبار عن اتفاقي في هذه السنة وكذا ما هو الرابع من رجب لا يلزم أن يكون غرة رمضان بل قد يتفق۔[52]

یہ تمام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولاناشاہ احمد رضاخان صاحب بریلوی قُدّس سرُہٗ کے **فتاویٰ رضویہ** مطبوعہ رسالہ " **طرق ثبات الهلال** " سے لیا گیا ہے، بلکہ تبرکاً اکثر عبارتیں مذکورہ رسالہ کی ہیں اب ہمارے زمانہ میں دو غلط طریقے اور بھی نہ صرف رائج ہوگئے ہیں بلکہ تمام شرعی طُرق (شرعی اصولوں) پر حاوی (غالب) ہوگئے ہیں،وہ یہ ہیں:

ٹیلی فون﴾ یہ خط سے بھی زیادہ مشکوک ہے۔**لأن النغمة تشبه النغمة**[53] (ہدایہ جلد ۳) کیونکہ خط میں توبندہ کے اِکتساب (کسب) کو دخل ہے کہ بڑی جدوجہد کے بعد کبھی ایک دوسرے کے مشابِہ ہو جائے اور آواز کی مشابہت تو تخلیقی بات ہے جو عموماً ہر علاقہ میں نہیں بلکہ ہر گھر میں کئی ایک دوسرے کی آواز سے مشابہت رکھتے ہیں بیٹا باپ سے، بھائی بھائی سے،اِسی طرح غیروں کی آواز کی مشابہت بھی بدیہی اَمر (ظاہری امر) ہے۔اِس خرابی کے علاوہ نامعلوم ٹیلی فون میں بولنے والے کورُؤیَتِ ہِلال کِس ذریعہ سے موصول ہوئی؟ اگر صحیح ذرائع سے بھی ہوتب بھی ایک خبر ہے اُس میں شہادت کے شرائط موجود نہیں اگرچہ بولنے والا لفظ **اَشْهَدُ** سے بھی خبر دے۔ اگراُس میں شہادت والی بات قبول ہے تو دنیاوی اُمور بھی اِس سے طے ہونے چاہئیں حالانکہ اُس کے ذریعہ معمولی اُمور توبجائے ماند (پیچھے) بہت بڑے اُمور بھی نہیں طے کئے جا سکتے۔ مثلاً زید نے ایک کروڑ روپیہ عَمرو کو دینا ہے اور عَمرو کے دو گواہ موقع پر موجود تو تھے لیکن اب وہ دونوں پشاور اور کراچی قیام پذیر ہیں۔ جج صاحب نے عَمرو سے گواہ طلب کئے تواُس نے دو گواہوں کا نام لیا جو ایک کراچی اور دوسرا پشاور میں ہے،مُدّعی نے گواہوں کو اطلاع دی توٹیلی فون کے ذریعہ براہِ راست جج صاحب سے کہتے ہیں کہ جی ہم دونوں فلاں فلاں صاحب ہیں جنہیں جج صاحب بھی خوب جانتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ زید نے عَمرو کا ایک کروڑ روپیہ دینا ہے فلہٰذا عَمرو کا دعویٰ سچ ہے، اب کیا ہوگ؟ جج صاحب کہیں گے! جی یہ بات بالکل تعزیراتِ پاکستان (پاکستان کاعدالتی قانون) کے خلاف ہے، جب تک آپ لوگ یہاں آکر گواہی نہ دیں، بات قابل قبول نہیں۔ وہ کہیں کہ ہم اتنے بڑے آدمی اور حکومت کے (اگرچہ صدر ہوں) مُعتمَد علیہ (معتبر) ہیں وغیرہ وغیرہ اور ہمارے آنے پر بہت روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حکومت کے اتنے اُمور ضائع ہو جائیں گے۔ جج صاحب کہیں گے! خواہ کچھ ہو یہاں آنا پڑے گا، ورنہ میں نہیں مانتا۔

---

[51](فتاویٰ رضویہ، رسالہ طرق ثبات الہلال، 433/10، رضافاؤنڈیشن، اشاعت،1996ء)

[52](الفتاوى البزازية او الجامع الوجيز. الملف الاول. 45/1. المصدر: الشاملة الذهبية)

[53](الهداية في شرح بداية المبتدي. كتاب الشهادات. فصل: وما يتحمله الشاهد على ضربين. 119/3. دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

نہایت افسوس کی بات ہے کہ دنیاوی اُمور تو ٹیلی فون سے طے نہ ہوں لیکن شرعی اُمور کہ جن میں دنیاوی اُمور سے کہیں بہت زیادہ نزاکت (حساسیت) ہے وہ طے ہو جائیں؟ یہ صرف ہماری کمزوری کا نتیجہ ہے شَرعی اُمور ہماری نظروں میں کوئی وُقعت نہیں رکھتے۔ معلوم ہوا کہ شرعی طور پر ٹیلی فون کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ کوئی گواہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ متعدّد مقامات سے ٹیلی فون آئے ہیں فللٰذا اُسے اِستِفاضہ شرعی صحیح طریقہ نمبر ۵ میں داخل کیا جائے تو کیا حَرَج ہے؟

جواب: اِستِفاضہ میں شرائطِ ذیل ضروری ہیں: اِستِفاضہ میں چند شرائط جو **ردالمحتار** کے حوالہ سے طریقہ نمبر ۵ میں درج کئے ہیں دوبارہ سن لیں۔

(۱) جہاں سے وہ خبریں آئیں وہ شہر اسلامی ہو کہ اَحکامِ اسلامی کی پابندی ہوتی ہو۔

(۲) وہاں کا حاکمِ شرعی قاضی اسلام ہو کہ اَحکامِ ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہوں۔

(۳) وہ حاکم خود عالم اور اُن اَحکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالمِ دین مُحقّق مُعتمد پر اعتماد کا ملتزِم ولازم۔

(۴) جہاں قاضی شَرع نہیں تو مفتی اسلام مرجَعِ عوام ومَتبعِ الاَحکام (عوامی رہنما) ہو کہ اَحکامِ روزہ وعیدین اُسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہوں۔

(۵) وہاں سے متعدّد جماعتیں درکار ہیں کہ جو بالاتفاق وہ خبر دیں کہ اُن کی خبر سے یقین یا غلبۂ ظن ملحق بالیقین ہو جائے۔[54]

اِن شرائط کے بعد ہمارے ملک پر ایک نظر

(۱) بِفضلِہ تعالیٰ ملک تو ہمارا اسلامی لیکن اَحکام وقوانینِ اسلامیہ ناپید بلکہ الٹا بڑے بڑے اُمور وقوانین شَرع کے صَریح خلاف۔

(۲) حاکمِ شَرع قاضی اسلام یہاں کا العَنقاء (نایاب) ہیں بلکہ الٹی چال کہ ماہِ رمضان میں رِعایا روزہ دار اور ہمارے حُکام (حکمران) اکثر روزہ خور۔

(۳) ہمارے ملک کے حُکام علمِ دین سے بالکل ناواقف اور نہ ہی اُن کو عُلماءِ اسلام پر اعتماد بلکہ اپنی مانیں اور اپنی منوائیں۔

(۴) بفضلہ تعالیٰ ہمارے ملک میں بڑے محقق مفتی عالمِ دین موجود ہیں لیکن ایسے تاریک ماحول میں کہ عوام کالانعام (غافل عوام) کو اُن کے فتاوٰی کی کوئی پرواہ نہیں۔

(۵) متعدّد جماعات کا آنا تو درکنار ہمارے پاس ایک آدمی کو آنا بھی نصیب نہیں بلکہ ہمارے پاس ریڈیو، ٹیلیفون، تار، خُطوط وغیرہ آئے ہیں جن کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں۔ جبکہ تعزیرات اُن اشیاء کو اپنے اُمور کے لیے نہیں مانتی تو ہم کس طرح اُنہیں شَرعی اُمور میں دَخیل کار (شریک کار) بنائیں۔ ہماری نظر میں تو تعزیرات (قانون) کی عزّت شریعت کے مقابلے میں چیونٹی کی ٹانگ سے درجہا کم ہے بنابریں ٹیلیفون، تار، خُطوط، ریڈیو کی خبروں کو اِستِفاضہ میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔

([54]) (ردالمحتار، کتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 390/2، دار الفکر بیروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م)

افسوس کہ اسلام سے دوری و نفرت کی حد ہوگئی کہ آج کل کا ماڈرن(Modern) مسلمان نکاح جیسی مقدّس رسم کو "ٹیلیفون" کے ذریعہ ادا کرنے لگا ہے لیکن افسوس کہ جہاں غیر اسلامی اُمور کا تعلق ہے وہاں بھی مسلمان ٹیلیفون کو رَوا(جائز) نہیں رکھتا مثلاً کسی عدالت میں ٹیلیفون پر گواہی دینا یا لینا نئی روشنی کا دلدادہ کلمہ گو رَوادار نہیں۔ پھر افسوس ہے کہ رُوئیتِ ہِلال یا نکاح کے لیے کیوں رَوادار بن گیا اِسی کا نام اسلام سے دوری یا نفرت نہیں تو اور کیا ہے۔

ٹیلیفون پر نکاح کرنے والوں کا حشر: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی صاحب اپنی بیٹی کا نکاح ٹیلیفون پر انگلستان میں مُقیم کسی پاکستانی صاحب سے کردیتے ہیں اب جب لڑکی وہاں پہونچتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صاحب توآن پڑھ یا برائے نام تعلیم کی وجہ سے وہاں کسی مل میں مزدور بن چکے ہیں۔ اب خود بڑی مشکل سے زندگی کے دن پورے کررہے ہیں۔

ایک بار ایک لڑکی کا نکاح ٹیلیفون پر انگلستان میں مُقیم ایک نوجوان سے کردیا گیا اور لڑکی کو یہاں سے لندن روانہ کیا گیا جب لڑکی وہاں پہونچی تو لڑکے نے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی اور لڑکی کو فوراً ہی واپس پاکستان بھیج دیا گیا۔(آئین لاہور ٢٦ نومبر ٦٦ء)

یہ ہیں ٹیلیفون کی برکتیں کہ دینی اُمور میں اُسے دَخیل (شریک) بنانے سے اتنی دشواریاں پیش آئیں ورنہ مغربی ملکوں میں بھی جو لوگ سِول میرج(Civil Marriage) کرتے ہیں وہ بھی عدالت میں جاکر حاضر ہوتے ہیں اَلخ(آئین لاہور ٢٦ نومبر ٦٦ء)

لیکن افسوس کہ دینی اُمور لوگوں کی نظروں میں اتنے گر گئے ہیں کہ بڑے بڑے اہم اور ضروری مسائل کو مچھر کی ٹانگ سے بھی معمولی سمجھتے ہیں۔

ریڈیو و ٹیلیویژن﴾ رُوئیتِ ہِلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ ریڈیو، تار، ٹیلیفون، تار وائرلیس ایسی ہی شہادت کے میدان میں دنیا والوں اور حکومتِ وقت نے بھی معلوم کیا ہے پھر شریعتِ مُطہّرہ روزہ و عیدَین جیسی عبادات میں کیسے مُعتبر مان لے۔

فلہٰذا رُوئیتِ ہِلال کے بارے میں شرعاً ریڈیو کا اعلان نہایت غیر مُعتبر ہے اُس کے چند وُجوہ(اسباب) ہیں: اُس کا اعلان بسااوقات غلط ہوتا ہے، چنانچہ بارہا اخبارات میں اور خود ریڈیو میں اعتراف کیا گیا ہے۔ صرف ایک خبر ملاحظہ ہو روزنامہ "جنگ" کراچی بروز اتوار ٢٧ فروری ١٩٦٦ء مطابق ۵ ذیقعدہ ١٣٨٥ھ بعنوان "ریڈیو پاکستان کی گھڑی ٦ گھنٹے آگے" پشاور ٢٥ فروری(پ پ) ریڈیو پاکستان سے گیارہ بجے دن کو خبریں سننے والے حیران رہ گئے، جب ریڈیو نے اعلان کیا کہ مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق چھ بجے ہیں یہ اعلان سنتے ہی لوگوں نے اپنی اپنی گھڑیاں دیکھنی شروع کردیں اِسی طرح کل ریڈیو پاکستان اور اُس کے پروگرام سننے والوں کی گھڑیوں میں ٦ گھنٹے کا فرق تھا۔ دوپہر کو ایک بجے کی خبروں میں ریڈیو پاکستان نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے معذرت بھی کی۔ الخ

اِسی طرح ١٣٨٩ھ مطابق ١٩٦٦ء کی عیدالفطر کا جو حشر ہوا، وہ اِسی ریڈیو کی مہربانیاں تھیں، اگرچہ حکومت نے رُوئیتِ ہِلال کمیٹی کے اَراکین سے باز پُرس(تحقیقات) کی لیکن کیا فائدہ؟ ملک و ملت میں جو انتشار پھیلنا تھا وہ تو پھیل گیا۔

جب ریڈیو کا عام خبروں میں یہ حال ہے تو بتایئے شریعتِ مُطہّرہ میں اُسے دَخیل کار بنانے سے کتنی خرابیاں پیدا ہوں گی؟ اور پھر گذشتہ بیانات پر بھی غور فرمایئے کہ شریعتِ مُطہّرہ نے رُوئیتِ ہِلال کو کیسی نزاکت سے دیکھا ہے۔

(٢) ریڈیو کی خبر گذشتہ صحیح سات طریقوں میں سے کسی ایک میں داخل نہیں۔ اِستِفاضہ میں داخل کرنے کا طریقہ ٹیلیفون کی خبر میں بند ہوچکا ہے۔

سوال: اُسے نمبرے میں شامل کیا جاسکتا ہے، اِس لیے کہ جس طرح وہاں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع الخ[55] اِسی طرح ریڈیو کے بارے میں بھی حکومتِ پاکستان نے "رُؤیت ہلال" کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی ہے، جس کی تحقیق کے بعد ریڈیو میں چاند کی خبر نشر ہوتی ہے۔

جواب: واقعی اُسے نمبرے میں داخل کیا جاسکتا ہے لیکن چند وُجوہ سے نمبرے میں ریڈیو کا داخلہ بند ہے (۱) جو شرائط نمبرے میں تھے وہ ریڈیو کے اعلان میں مفقود (معدوم) ہیں۔ شرائط یہ ہیں: جہاں سے اعلان ہو وہ شہر اسلامی ہو۔ حاکم وہاں کا شریعت کے اَحکام کا پابند ہو۔ رُؤیتِ ہِلال کے اَحکام ایسے لوگوں کے حوالے نہ ہوں جنہیں قواعدِ شرعیہ معلوم نہ ہوں۔ ہمارا ملک بحمدہ تعالیٰ اسلامی ملک ہے، مگر ہمارے حُکام، اَحکامِ شَرع کے عامل نہیں اور نہ اُن کے قواعد سے اُنہیں واقفیت، اور "ہلال کمیٹی" کے اَراکین کی شَرع شناسی بھی برسرِ میدان آگئی کہ پاکستان کے کونے کونے میں اُن کی مذمت ہو رہی ہے۔

(۲) سب سے بڑی بات وہ جو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نمبرے کو شہر کے حوالی دیہات سے مُقیّد کیا تا کہ وہ لوگ قُرب کی وجہ سے شہر میں آکر تحقیق کر سکیں۔

چنانچہ منحة الخالق حاشیه بحر الرائق جلد دوم صفحه ۲۹۱ میں ہے:

لَمْ يَذْكُرُوا عِنْدَنَا الْعَمَلَ بِالْأَمَارَاتِ الظَّاهِرَةِ الدَّالَّةِ عَلَى ثُبُوتِ الشَّهْرِ كَضَرْبِ الْمَدَافِعِ فِي زَمَانِنَا وَالظَّاهِرُ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِهَا عَلَى مَنْ سَمِعَهَا مِمَّنْ كَانَ غَائِبًا عَنْ الْمِصْرِ كَأَهْلِ الْقُرَى وَنَحْوِهَا كَمَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهَا عَلَى أَهْلِ الْمِصْرِ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْا الْحَاكِمَ قَبْلَ شَهَادَةِ الشُّهُودِ وَقَدْ ذَكَرَ هَذَا الْفَرْعَ الشَّافِعِيَّةُ فَصَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي التُّحْفَةِ أَنَّهُ يَثْبُتُ بِالْإِمَارَةِ الظَّاهِرَةِ الدَّالَّةِ الَّتِي لَا تَتَخَلَّفُ عَادَةً كَرُؤْيَةِ الْقَنَادِيلِ الْمُعَلَّقَةِ بِالْمَنَائِرِ قَالَ: وَمُخَالَفَةُ جَمْعٍ فِي ذَلِكَ غَيْرُ صَحِيحَة اھ.[56]

یعنی: اُن اماراتِ ظاہرہ پر بھی عمل ہے جو ثبوتِ رُؤیتِ ہِلال پر دلالت کریں جیسے توپوں کے فائر ہونا اور مناروں پر روشنی ہونا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اُس پر عمل کرنا واجب ہے، اُس کو جو توپ کی آواز سنے یا منارے کی روشنی دیکھے اور خود شہر سے دور ہو جیسے قُرب وجوار کے دیہاتوں کے رہنے والے اور وہ لوگ اُسی طرح عمل کریں گے جیسے شہر والے کہ حاکمِ شَرعی کو نہیں دیکھا مگر اُس پر عمل کریں گے۔ اِس فرع کو شافعیوں نے بیان کیا اور ابنِ حجر نے تحفہ میں اُس کی صَراحت کی لیکن اُس شہر میں حاکمِ شرعی، قاضی، یا مفتی اسلام کا ہونا شرط ہے کہ اُس کے حکم وفتویٰ سے توپوں کے فائر اور مناروں کی روشنی ہوتی ہے۔

اگر توپوں کے فائر اور مناروں کی روشنی عوام کالانعام (غافل عوام) کے اختیار میں ہے اور وہ شرعی قُیود وحُدود سے آزاد ہیں تو اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔ خلاصہ یہ کہ توپوں کے فائر سُن کر اُن پر عمل کرنے میں وہ ساری شرائط وقُیود لازم وضروری ہیں جو ابھی اِستفاضہ میں بیان کی گئیں اور جن کی تفصیل اردو میں حضور پُرنور سیّدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ کے مبارک الفاظ میں آپ سُن چکے ہیں۔ اِس دور کے بعض مُدّعیانِ مولویّت اُن اَمارات (57) کو اِستفاضہ قرار دیتے اور خبر کو مُستَفِیض بناتے ہیں، اِن بے چاروں کو نہ اَمارات معلوم نہ کتاب ہی دیکھی جو اِستفاضہ اور امارات

---

[55] (رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 386/2، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م)

[56] (البحر الرائق وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين، كتاب الصوم، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ، 291/2، دار الكتاب الإسلامي)

[57] (امارات وہ علامات یا شواہد ہوتے ہیں جو کسی معاملے کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے کہ چاند کی رویت کے حوالے سے مختلف طبعی نشانات جیسے کہ فلک پر چاند کی موجودگی یا دیگر طبّی علامات۔)

کافرق ظاہر ہو پھر یہ امارات جب مخصوص ہیں اُس شہر کے قُرب وجوار کی آبادیوں اور دیہات والوں کے لئے جو شہر کی توپ کی آواز سنیں اور منارے کی روشنی دیکھیں اور شہر بھی وہی شہر مذکور ہو تو یہ اماراتِ ظاہرہ اِقلیم (ملک) بھر کے لئے نہیں ہیں۔ فافھموا وتدبروا (توتم سمجھو اور غور کرو)

رد المحتار میں ہے:

والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر ؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به[58]

یعنی: ظاہر یہ ہے کہ دیہات والوں کو روزہ رکھنا لازم ہو گا توپ کی آواز سُن کر یا منارے کی روشنی دیکھ کر جو شہر میں ہوتی ہے اِس لئے کہ یہ علامت غلبۂ ظن کا اِفادہ کرتی ہے اور غلبۂ ظن موجِب لِلعَمل (عمل کا سبب) ہے جیسا کہ عُلماء نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

خَبَرُ مُنَادِي السُّلْطَانِ مَقْبُولٌ عَدْلًا كَانَ أَوْ فَاسِقًا، كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْأَخْلَاطِيِّ[59]

سوال: اِبنِ ماجشون مالکی کا مذہب فتح الباری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۵ پر یہ لکھا ہے کہ اگر چاند بادشاہ کے ہاں ثابت ہو جائے اور وہ حکم دے دے تو کل مملکت کے لوگوں پر اُس کی تعمیل لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ پوری مملکت بادشاہِ وقت کے حق میں مثل ایک شہر کے ہے۔ اِن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خُطوط و ٹیلی فون اور تاروں وغیرہ سے اطمینان ہو جائے اور ریڈیو پر اُس کا اعلان کر دیا جائے تو اُس کی تعمیل رمضان وعید میں سب لوگوں کو کرنی چاہیے۔

جواب: اِبنِ الماجشون کا فتح الباری میں جو یہ قول لکھا ہے کہ

قَالَ بن الْمَاجِشُونِ لَا يُلْزِمُهُمْ بِالشَّهَادَةِ إِلَّا لِأَهْلِ الْبَلَدِ الَّذِي ثَبَتَتْ فِيهِ الشَّهَادَةُ إِلَّا أَنْ يَثْبُتَ عِنْدَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ فَيُلْزِمَ النَّاسَ كُلَّهُمْ لِأَنَّ الْبِلَادَ فِي حَقِّهِ كَالْبَلَدِ الْوَاحِدِ إِذْ حُكْمُهُ نَافِذٌ فِي الْجَمِيعِ[60] (فتح جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

تو اوّل تو فتح الباری اور نیل الاوطار ہمارے مُتونِ معروفہ ومشہورہ تو کیا کُتبِ مذہبِ حنفی میں سے بھی نہیں۔ دوسرے ابو مروان عبد الملک ابن الماجشون مُتوفّٰی ۲۱۲ھ کا یہ قول خود مذہبِ مالک کے خلاف ہے جو یہ ہے:

قَالَ الْقُرْطُبِيُّ قَدْ قَالَ شُيُوخُنَا إِذَا كَانَتْ رُؤْيَةُ الْهِلَالِ ظَاهِرَةً قَاطِعَةً بِمَوْضِعٍ ثُمَّ نُقِلَ إِلَى غَيْرِهِمْ بِشَهَادَةِ اثْنَيْنِ لَزِمَهُمُ الصَّوْمُ[61]

(جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ فتح الباری)

تو لزومِ صوم کے لئے اَحناف وشَوافع کی مالکیہ کا بھی یہی مذہبِ مختار ہے کہ ثُبوتِ صَوم بطریقِ موجِب (شہادت) ہونا چاہئے، تیسرے یہ تمام بحث ثُبوتِ شہرِ صوم کے ضمن میں ہے اور صَوم وفِطر کے اَحکام مختلف ہیں، دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا درست نہیں۔

---

[58] رد المحتار، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان، 386/2، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ 1992م

[59] الفتاوى الهندية، الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ فِي الْإِخْبَارِ عَنْ أَمْرٍ دِينِيٍّ، 509/5، دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ

[60] فتح الباري، كتاب الصوم، قَوْلُهُ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، 123/4، دار المعرفة بيروت، 1379

[61] فتح الباري، كتاب الصوم، قَوْلُهُ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، 123/4، دار المعرفة بيروت، 1379

اب انصاف کیا جائے کہ ایک جگہ (فتح ونیل) سے اِبنِ الماجشون مالکی کے مخالف مذہب قول سے اِستدلال کرنا اور شامی کے **قول فی باب الصوم** یعنی: **سماع مدافع ورؤیت قنادیل معلقه علی المنار للقری القریبه** سے اِستِناد (دلیل) پکڑنا اور پھر کراچی ریڈیو کے اعلان عیدالفطر کو سارے ملک وبِلادِ بعیدہ (دور دراز علاقے) کے لوگوں کے لئے واجبُ العمل قرار دینا کتنی صَریح (کھلی) ناانصافی ہے اور مَستون معروفہ مشہورہ میں مفتیٰ بہ روایات کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔

فائدہ: ماہرینِ شَرع کو بخوبی معلوم ہے کہ حضور پُر نور شافعِ یوم النشور ﷺ کی دور رَس نگاہ (بصیرت افروز نگاہ) اپنی اُمّت کے لئے جو قانون جاری کرتی ہے، وہ اُمّت کے ہر علاقہ اور ہر زمانہ کے لئے یکساں اور ایسا آسان ہوتا ہے کہ جس سے ہر غریب وامیر شاہ و گدا (غلام) اور عالم وجاہل اور ہر اعرابی وشہری برابر مُستَفِید (فیض یاب) ہوتے ہیں۔ منجملہ اُن کے رُؤیَتِ ہِلال بھی ہے۔ حدیث شریف میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام اُمّت کو اَن پڑھ کہا ہے حالانکہ اسلام میں ایسے حضرات بھی گذرے اور موجود ہیں کہ جن کی فلکیات دانی سے بدمذہب بھی انگشت بدنداں (دنگ/حیران) ہیں لیکن اُمّت کے آقا ﷺ نے اپنی اُمّت کے تمام افراد کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کا قانون بنایا۔ تاکہ آئندہ چل کر نئی ایجادات کے مقلد نہ بنیں بلکہ اپنے نبی کریم ﷺ کے فرمان پر چلیں۔

(۵) تمام مکتبِ فکر کے عُلماء متّفق ہوں گے کہ "رُؤیَتِ ہِلال" میں کسی ایک خبر کا بھی اعتبار نہیں، اور گذشتہ بیانات میں بھی فقیر نے تَصریحات پیش کی ہیں، کیونکہ رُؤیَتِ ہِلال میں شہادت (گواہی) ضروری ہے۔ اور ریڈیو دن میں چاہے لاکھ بار بولے تب بھی اُس کا نام خبر ہے۔ اگر کسی کو ریڈیو کی خبر کو شہادت کا درجہ دینے کا شوق ہے تو کرکے دکھلائے۔

(٦) اگر ہم مان لیں کہ ہماری حکومت کمیٹی کے ذریعہ کام سرانجام دیتی ہے لیکن شریعت کی نَزاکت (حساسیت) اُسے نہیں مانتی گذشتہ بیانات میں "کتاب القاضی الی القاضی" کے عنوان میں گذرا کہ اگرچہ خط بھی قاضی کا یقینی ہو اور اُس کے محکمہ کی مہر بھی اُس پر ثبت ہو اور قاضی کا اپنا آدمی لے جائے تب بھی شریعتِ مُطہّرہ اِس طریق سے رُؤیَتِ ہِلال کا ثبوت نہیں مانتی۔

ریڈیو کی خبر مُعتبر ماننے والے ذرا غور فرمائیں کہ پچھلے قاضیوں کا اِتقاء (تقویٰ) کتنا بلند تھا، اور بادشاہوں کی شریعت نوازی بھی کیسی بے نظیر (بے مثال) تھی لیکن باوجود ایں ہمہ شریعت نے یک لخت (یک دم) اُن کی کاروائی کو ٹھکرا دیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ریڈیو کی خبروں کو بارہا آزمایا گیا ہے کہ ریڈیو کی خبریں غلط اور سفید جھوٹ بھی نشر ہو جاتی ہے اور پھر مُتضاد (مخالف) خبروں کا کیا کہنا ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء کی عید کا اعلان کس سے مخفی (چھپی ہوئی) ہے کہ رات کے پہلے حصّہ میں اعلان ہوتا ہے کہ کل عید نہیں لیکن پھر پچھلی رات ریڈیو بول پڑتا ہے کہ نہیں! کل ضرور عید ہے۔ پھر عوام میں جو اِنتشار (فساد) پیدا ہوا اُس سے کون بے خبر ہے؟ یہ سب کچھ ریڈیو کی نوازش تھی۔

(۷) اگر ریڈیو کے اعلان کو مُعتبر مانا جائے تو ایک جرم عظیم کا اِرتکاب سر پر آتا ہے وہ یہ کہ اگر خدانخواستہ آج چاند نہ ہو، اگر ہو بھی تو شرعی طور پر تمام ملک کے لئے اُس کا اعلان شرعاً غیر مُعتبر ہونا ثابت ہو جائے تو جتنے لوگ آج کے دن روزہ نہ رکھیں گے یا روزہ رکھ کر توڑ دیں۔ جیسا کہ عموماً ہر سال ریڈیو کی کرم نوازیوں سے ہو رہا ہے تو اُن سب لوگوں کا گناہ ریڈیو کے اعلان کنندگان اور اُسے مُعتبر ماننے والے مفتی صاحبان پر ہو گا۔ حکومتِ پاکستان اور حضرات عُلماء کرام ومشائخ

عظام تھوڑا سا سر بگریباں (دل شکستہ) ہو کر بارگاہِ لایزال کی حاضری کو سامنے لا کر سوچیں کہ ریڈیو کی خبر مُعتبر ماننے سے پاکستان کی اتنی بڑی آبادی کے گناہ قیامت کے دن کس کے سر پر رکھے جائیں گے۔

(۸) اگر خدانخواستہ آج چاند نہ ہوا ہو، لیکن شرعاً غیر مُعتبر ثابت ہو، تو وقت سے پہلے عید ہوئی یا نہ ؟ اگر پہلے عید ہوئی تو بتایئے ثواب کے بجائے عذاب گلے پڑے گا، یا نہ ؟

بخلاف اُس کے کہ فرمایا: "غم علیکم فأکملوا العدۃ ثلاثین" اِس میں نہ تو روزے توڑے جاتے ہیں اور نہ عید وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے بلکہ اگر چاند ہو بھی، تب بھی شَرعِ مُطہّرہ نے بوقتِ مجبوری توسیع (وسعت) بخشی کہ اگر پہلے دن عید نہ ہو سکے تو دوسرے روز پڑھ لو۔

ریڈیو سے رُؤیَتِ ہِلال ثابت کرنے سے حکومت کو نقصان: رُؤیَتِ ہِلال کے بارے میں تقریباً حکومت کا یہ خیال ہے کہ تمام ملکِ پاکستان میں ایک عید ہو تاکہ اِنتشار (افراتفری) نہ پھیلے۔ لیکن بارہا کا مشاہدہ ہے کہ جتنا اِنتشار کے فرو (دور) کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اُس سے کئی گُنا زائد نہ صرف اِنتشار پھیلاتا ہے بلکہ حکومت کے مخالفین کو اَنگشت نمائی (انگلی اٹھانے) کا خوب موقع ملتا ہے۔

علاوہ ازیں حکومت رعایا کو ایک عید منانے پر پابند کرنے کی مُکلّف بھی نہیں، اور نہ کسی طرح پابند کر سکتی ہے، اور نہ پابندی سے اُسے فائدہ ہے، اگر اُس میں کوئی ملکی و ملی فائدہ ہوتا تو حضور سرورِ عالم ﷺ (کہ اُن سے زائد ملک و ملت کا بہی خواہ اور کون ہو سکتا ہے) اُس کے لئے ضرور اہتمام فرماتے، یا اُمّتِ مسلمہ کو حکم فرماتے، لیکن نہیں اور ہرگز نہیں۔ نہ آپ نے خود کبھی ایسا کیا، اور نہ آپ کے خُلفاءِ راشدین نے، اور نہ دیگر بڑے بڑے مُدبّرین نے ایک عید کا پروگرام بنایا بلکہ صحاح ستّہ کی صحیح اور مُستَند روایات بتاتی ہیں کہ خَیرُ القرون (صحابہ کے دور) میں بھی دو دو عیدیں ہو جاتی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری حکومتِ پاکستان ایک معمولی مسئلہ کی وجہ سے ملکی اِنتشار کے ساتھ ساتھ کمیٹی کے اخراجات سر پر رکھتی ہے اور طرح طرح کے مصائب اُلٹے گلے میں، اور پھر بدنامی سِوا۔

حکومت پر تعجب بھی ہے اور حیرت بھی کہ ایک معمولی مسئلہ پر اتنا زور لگا رہی ہے (کہ جس سے اُلٹا اسے نقصان بھی ہے) اور سینما، شراب خانے، زناخانے، اور دیگر بڑے بڑے مسائل کی طرف (کہ جن کی خرابیوں سے ملک و ملت اور معاشرہ بہت تنگ ہے) کوئی توجہ ہی نہیں، بلکہ ایسے اسباب تیار کر کے دیتی ہے کہ جن سے ایسے مراکز مضبوط قلعوں کی طرح اِستوار (مضبوط) ہو رہے ہیں، جس کے معنٰی یہ ہوئے کہ حکومت ملک و ملت کا گلا گھونٹنے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے کارروائی کر رہی ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ایسے بڑے مراکز بند کر دیئے جائیں تو ملک و ملت کی زندگی اُسی طرح پر سکون گزرے گی جس طرح چند صدیوں پہلے۔

حکومت کو نیک مشورہ: جہاں تک حکومت کا اپنے اُمور کو بہتر بنانے کا تعلق ہے اُس میں جتنا زور لگائے اُس کے لئے رَوا ہے، لیکن اُمورِ شرعیہ میں دَخل اندازی سے اُسے بجائے نفع کے نقصان ہو گا جب تک کہ اُن معاملات میں عُلماءِ کرام و مشائخ عظام کو اپنا مُقتدا (رہنما) نہ بنائے۔ ہماری حکومت سو پَرپا جائے (کامیابی کے عروج تک پہنچ جائے) لیکن سلطان محمود غزنوی یا اورنگزیب عالمگیر وغیرہ کے دورِ حکومت کا نمونہ نہیں بن سکتی۔ اور اُنہوں نے بھی اتنا بڑا نام پیدا کیا تو عُلماءِ کرام کی بدولت، فللہٰذا حکومت سے نہایت مخلصانہ طور پر اپیل ہے کہ اُمورِ شرعیہ خصوصاً رُؤیَتِ ہِلال میں دَخل اندازنہ ہو۔

حکومت کے لئے ضروری تجویز: اگر حکومت کو رُؤیَتِ ہِلال کے مسئلہ میں دخل دینے کا شوق ہے، تو پھر فقیر کی طرف سے ذیل کی تجویز پیش ہے کہ ہر یونین کا چیئر مین تمام ممبران کو ہدایت دے کہ ہر ماہ کے چاند کی پہلی تاریخ خصوصاً شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ، کو چاند دیکھنے پر دو معتبر گواہ شرعی طور پر یونین میں اپنی گواہی درج کرائیں، پھر سرکاری طور پر تحصیل و ضلع کمیٹیاں ہوں جن میں ہر تحصیل و ضلع کے مشہور اور ذمہ دار عُلماءِ کرام شریک

ہوں جو اپنے اپنے مقامات سے شرعی طور پر تحقیق کرکے ریڈیو میں یوں اعلان کریں کہ فلاں فلاں جگہ پر چاند ہو گیا ہے لہٰذا جہاں چاند نظر نہیں آیا وہ اپنے قریبی مقامات سے بطریقِ شرعی شہادت مہیا ہو۔اِس طرح سے بفضلہٖ تعالیٰ شرعی ضابطہ بھی قائم ہو سکتا ہے اور حکومت کا مقصد بھی پورا ہو گا اور عید کی گڑبڑ بھی نہیں ہو گی اور نہایت ہی سکون حاصل ہو گا اور پھر مخالفین کو بھی انگشت نُمائی کا موقع نہیں ملے گا۔

مشائخ وعُلماء سے اپیل: آپ حضرات سے گذارش ہے کہ دین کے ہر مسئلہ میں اور خصوصاً وہ مسائل جن میں حکومت دخل انداز ہو، حکومت کے دباؤ کے تاثر کو پسِ پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی حاضری کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی تحقیق یوں کریں کہ جس میں ملک وملت کا بھلا ہو، اُس میں سر جائے تو جائے لیکن دین نہ جائے، اسلام کو آنچ نہ آئے، اور میری یہ استدعا (التجاء) ملحوظِ خاطر رہے کہ جن مسائل میں سَلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریحات فرمائی ہیں، اُن میں آپ نئے محقق بن کر اپنی قیاس آرائیاں نہ کریں، اور دین میں رَخنہ (رکاوٹ) نہ ڈالیں۔ خدا محفوظ رکھے آج کل کے نئے محققین سے۔ یہ اُن کی مہربانیاں ہیں کہ اپنے اسلاف کے قدموں سے ہٹ کر اپنی ڈیڑھ اِنچ کی مسجد تیار کرنے پر دین کے مضبوط قلعہ کو توڑ پھوڑ کر کے رکھ دیا۔

عوام سے اپیل: عموماً چاند کی گڑبڑ صرف عید منانے پر ہوتی ہے کیونکہ جو روزہ کا عاشق ہے وہ کب اتنی عُجلت (جلدی) کرتا ہے جب کہ وہ انیتس روز بھوکے پیاسے رہ کر گذار چکا ہے تواب صرف ایک دن میں اُسے موت نہیں آتی۔ اگر روزہ خور نہ ہو تو بحمدہٖ تعالیٰ کبھی ایسی گڑبڑ نہ ہو۔ فلہٰذا عوام سے اپیل ہے کہ اِن روزہ خوروں سے بچ کر عُلماءِ کرام سے ہی مشورہ لیں۔ لیکن وہ عُلماءِ کرام جو ریڈیو کے مقلد نہیں، بلکہ شرعی شہادت کے پابند ہیں۔

اگر ریڈیو کہہ بھی دے، تب بھی آپ کو جب تک شرعی گواہ میسر نہ ہو، اُس وقت تک روزہ نہ توڑیں ورنہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا۔ کیونکہ روزہ توڑنے میں شدید گناہ کے علاوہ بہت بڑی نعمت کو ضائع کرنا ہے کہ ہزار مہینوں کے روزے ایک طرف، اور ماہِ رمضان کا ایک روزہ ایک طرف تب بھی رمضان کے روزہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

باقی رہا یہ وہم کہ ہم روزہ رکھیں گے تو آج عید ہو تو پھر ہم پر گناہ ہو گا یہ خیال غلط ہے کیونکہ عید کا روزہ اُس وقت گناہ ہے جب کہ شرعی عید ہو ورنہ گناہ کیسا۔اُس کے برعکس بھی تصور کر لیا کرو کہ اگر آج رمضان ہو، اور ہم روزہ توڑ دیں تو پھر کتنا سخت گناہ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔

وما علینا الا البلاغ المبین

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان